

اصل قصور تو مر نے والوں کا تھا؟

کیفیت ایکسپریس، ہندوستان میں ایک بڑی کامیاب ٹرین ہے۔ وہلی سے چلتی ہوئی، مختلف سٹیشنوں پر رکتی ہوئی، کان پور تک جاتی ہے۔ ہزاروں لوگ روزانہ کی بنیاد پر سفر کرتے ہیں۔ اگست 2017ء میں اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق چل رہی تھی۔ کہ اچانک اتر پردیش کے ایک قصبه ادرایا سے گزرتے ہوئے حادثے کا شکار ہو گئی۔ دراصل ایک بغیر پھاٹک کی کراسنگ سے گزر رہی تھی۔ وہاں، ایک ڈپر، عین لائن پر کھڑا ہوا تھا۔ ٹرین کے ڈرائیور نے بڑی شدت سے بریک لگائی مگر پھر بھی ریل گاڑی، کھڑے ہوئے ڈپر سے ٹکرائی۔ حادثہ میں بائیس مسافر جان بحق ہو گئے۔ اور ستر کے قریب لوگ زخمی ہوئے۔ دو بوگیاں، پڑھی سے اتر کر میدان میں گر گئیں۔ دیکھا جائے تو، بنیادی غلطی اس ڈپر والے کی تھی جو اپنی مشین کو ریلوے لائن پر کھڑا کر گیا تھا۔ ڈپر بھی چلنے کے قابل نہ تھا۔ اور اس کراسنگ پر پھاٹک بھی نہیں تھا۔ ڈرائیور نے کوشش ضرور کی مگر ٹرین کو حادثے سے نہ بچا پایا۔ انڈین ریلوے کے چیئرمین اشوک متل کو جیسے ہی پہنچا تو فوراً ریسکیو کا مام شروع کروا دیا۔ چند گھنٹوں میں ریل گاڑی کی پڑھی صاف ہو گئی۔ زخمیوں کو ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ مر نے والوں کی لاشیں لا جتنے کے حوالے کر دی گئیں۔ اشوک متل کا اس حادثے سے دور یا نزدیک، کسی طور پر بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ ساری رات دفتر میں ریسکیو آپریشن کی نگرانی کرتے ہوئے اس نے ایک کاغذ پر اپنا استعفیٰ لکھا۔ اور متعلقہ وزیر کے پاس بھجوادیا۔ وزیر اعظم اور دیگر وزراء نے متل کو سمجھایا کہ اس حادثہ میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ لہذا استعفیٰ بے جواز دیا ہے۔ مگر اشوک متل نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہندوستان ریلوے کا چیئرمین ہے۔ اگر کوئی بھی حادثہ ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اور صرف چیئرمین پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اشوک متل نے استعفیٰ واپس لینے سے انکار کر دیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔ یہ ذمہ داری کا وہ احساس تھا جو کہ کسی بھی ادارے کے سربراہ کے لئے مشعل راہ بھی ہے اور عزت کمانے کا ذریعہ بھی۔ بتاتا چلوں کہ انڈین ریلوے، کرہ ارض کی سب سے بڑی ریلوے کا نظام ہے۔ ٹرین ٹریک کی مجموعی لمبائی 67956 کلومیٹر ہے۔ چوبیس گھنٹے میں تیرہ ہزار ٹرینیں روائی دواں رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ساڑھے آٹھ ہزار مال گاڑیاں صرف ایک دن میں سامان لاد کر پڑھی پر مصروف کار ہوتی ہیں۔ یہ مال گاڑیاں تین ملین ٹن سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں۔ مختلف ریل گاڑیوں میں دو کروڑ تیس لاکھ مسافر روزانہ سفر کرتے ہیں۔ ان جزئیات کو سامنے رکھ کر آپ خود بتائیئے کہ کیا کوئی بھی چیئرمین اتنی زیادہ ٹرینوں میں حادثات کا واقعی ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے؟ اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔ مگر اشوک متل کا کہنا تھا کہ وہ ان تمام ٹرینوں، ان کے مسافروں کی دیکھ بھال اور انہیں باحفاظت منزل تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ اگر اتر پردیش میں ایک

ڈپرٹرین سے مکرا گیا اور انسانی جانبی ضائع ہوئیں تو اخلاقی اور قانونی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ اشوک متل نے صرف اور صرف اعلیٰ کارکردگی کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے استغفاری واپس لینے سے انکار کر ڈالا۔

دنیا میں ہر ملک میں ہر طرح کے حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ حادثات کو کم تو ضرور کیا جا سکتا ہے مگر ان کو ختم کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ پھر یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ اگر کوئی سانحہ ہو جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ کون، کسی بھی حادثے کا حقیقی ذمہ دار ہے۔ بلکہ سوال یہ بھی ہے کہ کیا کوئی سرکاری یا سیاسی گروہ ذمہ داری محسوس کرتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ چند سوالات لے کر مری میں ہونے والے حادثے کا تجزیہ بہت ضروری ہے۔ آج سے ٹھیک تین چار دن پہلے محکمہ موسمیات نے اعلان کر دیا تھا کہ اس بار مری اور گلیات میں حد درجہ برف باری ہو گی۔ یہ بروقت اعلان، مری اور پنڈی کی انتظامیہ کے لئے ایک مستعد وارننگ تھی کہ وہ کسی بھی حادثے سے بچنے کے لئے تمام تیاری برے وقت سے پہلے کر لیں۔ مگر انتظامی غفلت کی انہاد پیکھیے کہ کسی بھی قسم کی تیاری نہیں کی گئی۔ شدید برف باری ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ سیاحوں کی ان گنت تعداد برف باری دیکھنے کے لئے مری روانہ ہو گئی۔ ہزاروں گاڑیوں میں لاکھوں سیاح وہاں پہنچ گئے۔ یہ خبر بروقت میڈیا دکھاتارہ اور یہ بھی کہ مری میں اتنی گاڑیاں پارکنگ کرنے کی کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔ وہاں کے ہوٹل بھی اتنے سیاحوں کو مناسب رہائش نہیں فراہم کر سکتے۔ میڈیا کی انتہائی ذمہ دارانہ روپورٹنگ کے باوجود انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور انہوں نے کوئی انتظامی تداہیر اختیار نہیں کی۔ یہ مقامی سطح پر دوسری غلطی تھی۔ آگے چلیے۔ مری جانے کے لئے گاڑیوں کو ٹول ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ ہزاروں گاڑیاں ٹول پلازہ پر پسیے دے کر اسلام آباد سے مری روانہ ہوئیں۔ یہ تمام معلومات فوری طور پر انتظامیہ اور صوبائی حکومت کے پاس پہنچائی جانی چاہیے تھیں۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ ٹول پلازہ پر پولیس بھی موجود ہوتی ہے۔ ان کے پاس وائرلیس کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے مگر کسی بھی سرکاری ارسطو نے شور نہیں مچایا کہ جناب گاڑیوں کا سیلا ب، مری کی طرف جا رہا ہے۔ برف باری جاری ہے۔ خدارا گاڑیوں کو فی الفور روکا جائے۔ مگر صوبائی، ضلعی اور ڈویژنل انتظامیہ مکمل طور پر نااہل رہیں۔ کسی قسم کے منفی اشارے پر اپنی انتظامی تیاری بڑھانے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ یہ شدید ترین سرکاری غفلت کا یاد گار نمونہ ہے۔ اگر کوئی انتہائی معمولی سوچھ بوجھ کا انتظامی ڈھانچہ فعال ہوتا تو مری سے اسلام آباد تک ہر کلو میٹر پر پولیس رضا کار بنیلے۔ برف ہٹانے کی مشینری، پانی اور کھانے پینے کا سامان اور معمولی سطح کی ادویات موجود ہوتیں۔ یہ انتہائی بنیادی طرز کا کام تھا۔ اس کے وسائل مقامی انتظامیہ کے پاس موجود تھے۔ نا بھی ہوتے تو اسلام آباد کی انتظامیہ اور دیگر نزدیک شہروں سے کمک وصول کی جا سکتی تھی۔ سر پینے کو دل چاہتا ہے۔ زندگی کے چوتیس برس انتظامی عہدوں پر گزارے ہیں۔ یہ کام تو مقامی انتظامیہ چٹکیوں میں کر سکتی تھی۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ نہ کسی نے میڈیا کی دہائی سنی نہ کوئی ٹول یا لازہ یا ان گنت گاڑیوں کی

انٹری کو خاطر میں لا یا۔ بروقت انتظام تو دور کی بات۔ کسی قسم کا کوئی کام نہیں ہو پایا۔

جب ہزاروں گاڑیاں برف میں پھنس گئیں۔ لوگ رات کو اپنی گاڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ بائیکس فتیتی ترین جانیں ضائع ہو گئیں۔ میدیا نے دہائی ڈالی تو پھر انتظامی ایکشن لیا گیا۔ وزیر داخلہ کی انتہائی سطحی گفتگو بھی کڑا وقت گزرنے کے بعد کی تھی۔ صوبائی انتظامیہ کی کارروائیاں لوگوں کے مرنے کے بعد کا واویلا تھا۔ یہ سب کچھ سانپ گزرنے کے بعد لکیر پیٹنے کے مترا ف ہے۔ اسلام آباد کے ایک پولیس اہلکار کی گھنٹوں تک موبائل فون پر آہ وزاری پر کسی مہاشے نے بروقت نوٹس نہیں لیا۔ بلکہ ساری انتظامیہ اس بے وجہ مرنے والی فیملی کی گھنٹوں پر محیط فریاد سننے میں بھی ناکام رہی۔ بائیکس افراد، جس میں مرد خواتین اور بچے شامل تھے۔ قہر آسود برف باری میں ٹھٹھر ٹھٹھر کردم توڑ گئے۔ ان انسانی جانوں کو کوئی بھی اہلیت والا انتظامی افسر بڑے آرام سے بچا سکتا تھا۔ جب پانی سر سے گزر گیا۔ میدیا نے جان پر کھیل کر سچ لوگوں کے سامنے رکھ دیا۔ اور حکومت کے پاس کوئی حلیہ بہانہ بھی نہ رہا۔ تو پھر ایکشن شروع ہو گیا۔ وزیر اعلیٰ بھی لاہور سے پنڈی آگئے۔ حالانکہ قیامت تو ان کے آنے سے پہلے گزر چکی تھی۔

اس موقع پر ایک بات اور کرنا چاہوں گا۔ سرکاری غفلت ایک طرف۔ مگر محترم عمران خان کے ٹویٹ سے دل آزاری بالکل دوسری طرف۔ وزیر اعظم کی ٹویٹ کہ لوگ، موسم کا حال جانے بغیر، کسی تیاری کے بغیر مری چلے گئے۔ یہ حد درجہ غیر ذمہ دارانہ بیان تھا۔ اگر لوگوں کے مزاج میں لا پرواہی تھی تو محترم خان صاحب، آپ کی چیختی انتظامیہ کیا کر رہی تھی۔ انہوں نے لوگوں کی حفاظت کے لئے کیا قدم اٹھائے۔ کون سی وارنگ ایشوکی۔ گاڑیوں کو موقع پر ٹول پلازہ سے واپس کیوں نہیں بھجوایا۔ اور ہزار طرح کے حفاظتی کام ہیں جو انتظامیہ کرنے میں مکمل ناکام رہی۔ محترم خان صاحب کے استدلال کے مطابق تو مرنے والوں کی کوتا ہی تھی کہ وہ موسم کی شدت کا اندازہ لگائے بغیر سرکار کے بھروسہ پر تفریح کے لئے چلے گئے۔ اس دلیل کے بعد ہوائی جہاز میں سفر کرنے سے پہلے ہر مسافر کو پائلٹ سے ایک سٹیپلکیٹ لینا چاہیے کہ جہاز اڑنے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ پولیس اور ریاستی اداروں کے جوانوں کو دہشت گردوں سے لکھ کر اپنی ڈیوٹ وصول کرنا چاہیے کہ وہ کوئی ایسا اسلحہ استعمال نہیں کریں گے جس سے جوانوں کی جان کو خطرہ ہو۔ اور ہاں، مرضیض ڈاکٹر سے لکھوائیں گے کہ وہ ہرگز ہرگز فوت نہیں ہونگے۔ محترم خان صاحب کو ٹویٹ کرنے سے پہلے حد درجہ غور کرنا چاہیے تھا کہ کہیں، اس سے وہ لوگوں کے زخموں پر نمک پاشی تو نہیں فرمائے۔ اور ہاں۔ بائیکس جانوں کی قربانی کیا رایگاں جائے گی۔ اشوك متل کی طرح کوئی بھی بلند اخلاقی مثال قائم کرتے ہوئے استعفی نہیں دے گا؟ انتظامیہ بھی ویسے ہی قائم و دائم رہے گی؟ اگر ہندوستان کی ریلوے کا چیسر میں ایک ٹرین حادثہ پر مستعفی ہو سکتا ہے۔ تو یہاں یہ بہترین کام کیوں نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارا اخلاقی قدرؤں سے کیا تعلق۔ ہمارا یورا اسی اسی اور انتظامی

ڈھانچا غیر اخلاقی قدر ووں پر قائم و دام ہے۔ ہمارے سورما بھلا کیوں استغفاری دیں۔ کیا یہ بے وقوف یا پاگل ہیں۔ نہیں صاحب،
حد درجہ عقل مند لوگ ہیں! معاملات اسی طرح چلتے رہیں گے۔ لوگ مرتے رہیں گے۔ اور نیر و شہر بر باد ہونے پر بانسری بجا تا
رہے گا! اصل قصور تو بائیکیں مرنے والے لوگوں کا تھا؟